قاضی حسین احمد کی باتیں

مستقبل

فرخ سہیل گوئندی

1-08-2013

جب معراج خالد صاحب سپیکر قومی اسمبلی تھے تو انہوں نے جماعت اسلامی کی ایک تقریب میں خطاب کرتے ہوئے جماعت اسلامی کے بارے میں تعریفی کلمات کہے۔ میں نے اس پر شدید ردِعمل کا اظہار کیا بلکہ اخبارات میں بیان بھی داغ دیا، کچھ عرصے بعد جب میری ملک معراج خالد صاحب سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے مسکراتے ہوئے میرے جذبات اپنے تک پہنچنے کی خبر دی۔ ان کے اس صوفیانہ رویے نے مجھ جیسے نظریاتی معرکہ باز سیاسی ایکٹوسٹ پر گہرا اثر ڈالا۔ سیاسی رویوں میں شدت پسندی جو کہ ہماری سیاست کا وطیرہ رہا ہے اس کا اثر ہم پر بھی تھا، لیکن مجھے خوشی ہے کہ میں اپنے سیاسی وفکری نظریات کو متاثر کیے بغیر لوگوں سے انسانی بنیادوں پر تعلق قائم کرنے میں کامیاب رہا ہوں، اس کی بڑی وجہ زندگی کو بھرپور انداز میں گزارتے ہوئے لاتعداد لوگوں سے واسطہ اور زندگی کی حیثیت کا ادراک ہے۔ اسی لیے میری دوستیاں اور محبتیں، نظریات، عقیدے، قومیت اور رنگ ونسل سے بالاتر رہی ہیں۔ مجھے فخر ہے کہ میں فکری اور عملی زندگی میں ایک ترقی پسند شخص کے طور پر جانا جاتا ہوں، میری محبتیں بابائے سوشلزم شیخ محمد رشید مرحوم سے لے کر ترکی کے ترقی پسند کمالسٹ جناب بلند ایجوت مرحوم تک پھیلی ہوئی ہیں، وہیں پر میری محبت میں نظریات اور فکری بنیادیں رکاوٹ بنے بغیر وہ لوگ بھی شامل رہے ہیں جن سے میری نظریاتی ہم آہنگی نہیں، لیکن ہم آہنگی کہاں پر ہے؟ صرف انسانیت، یعنی ایک شان دار انسان ہونا۔ ان لوگوں میں امیر جماعت اسلامی قاضی حسین احمد بھی شامل ہیں جو 5 جنوری 2013ء کو اس جہانِ فانی سے کوچ کر گئے۔ مجھے ان سے دوستی پر فخر ہے اور ان کی محبت میرے دل میں کبھی بھی کم ہونے کی بجائے ہمیشہ بڑھتی رہی۔ اس لیے تو اتوار کے روز صبح اٹھتے ساتھ میں نے ادھ کھلی آنکھوں سے ان کے انتقال کی خبر سنی تو دم بخود رہ گیا۔ آہ، قاضی صاحب آپ بھی چلے گئے! میں نے پرنم آنکھوں سے اس افسردہ خبر کو اپنی شریک حیات سے شیئر کیا تو اس کا ردِعمل مجھ سے بھی زیادہ افسوس بھرا تھا۔

قاضی حسین احمد کے ساتھ دوستی، تعلق اور محبت پر ''میرے نظریاتی ملاں'' جب مجھے طعنے دیا کرتے تھے تو میرے لیے یہ رویہ کبھی بھی مجھے دفاعی مقام پر کھڑا ہونے پر مجبور نہیں کرتا تھا۔ اس لیے کہ قاضی حسین احمد جیسی شخصیت سے دوستی ایک بڑا اعزاز ہے۔ وسیع القلب قاضی حسین احمد مرحوم کو جب میں نے اپنے ادارے کی شائع کردہ مہاتیر محمد کی کتاب ''ایشیا کا مقدمہ'' کی تقریب رونمائی پر صدارت کی دعوت دی تو شہر کے ''ترقی پسند ملاں'' غصے میں آگئے۔ کیا شان دار محفل تھی، قاضی حسین احمد صاحب نے صدارت کی، مقررین میں اعتزاز احسن، حنیف رامے مرحوم، ایس ایم مسعود مرحوم سمیت میرے ایک ''کٹر نظریاتی ساتھی'' بھی شامل ہوئے۔ انہوں نے کتاب پر کم اور مہاتیر محمد پر زیادہ گفتگو کی اور انہوں نے مہاتیر محمد کی سرمایہ دارانہ پالیسیوں پر شدید انداز میں گفتگو کی۔ وہ اپنے غصے کو بڑھاتے ہوئے انڈونیشیا تک پہنچ گئے اور وہاں پر سوہارتو کے مظالم کا ذکر کرتے ہوئے قاضی حسین احمد کو سامنے پا کر اپنے پرانے نظریاتی حساب بے باق کرنے لگے۔ میرے اس ''نظریاتی دوست'' کو پہلی بار موقع ملا تھا کہ وہ قاضی حسین احمد جیسے قومی رہنما کے سامنے

تقریر فرما رہے تھے۔ اپنے خطاب میں انہوں نے مہاتیر محمد پر اس قدر تنقید کی کہ ہال میں موجود لوگ پریشان ہو گئے۔ میرے یہ نظریاتی ساتھی مہاتیر محمد میں کسی ٹراٹسکی جیسے سوشلسٹ کی تلاش میں تھے جب کہ کتاب ایک ایسے کامیاب سیاستدان کی تھی جس نے ایک پسماندہ ملک کو اقتصادی طور پر خوش حال ملک میں بدل دیا۔ قاضی صاحب نے میرے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے کہا کہ اس نے تو آپ کا فنکشن ہی خراب کر دیا اور پھر اس نظریاتی دوست کے بارے میں جاننے کے لیے سرگوشی میں سوال کرتے رہے۔ آفرین ہے قاضی حسین احمد پر کہ جب وہ سٹیج پر آئے تو انہوں نے صرف کتاب پر ہی نہیں بلکہ مہاتیر محمد کی کامیابیوں پر بھرپور تقریر کی اور دبے اور مہذب الفاظ میں ہال میں موجود لوگ کو یہ خبر دی کہ مہاتیر محمد کے دَور میں ان کا داخلہ ملائیشیا میں اس لیے ممنوع قرار دیا گیا کہ وہ مہاتیر کے مخالف اور پابند سلاسل رہنما انور ابراہیم کے دوست ہیں۔

کچھ ایسا ہی رویہ میرے ایک اور ''نظریاتی دوست'' نے چار سال قبل بوسنیا پر ہماری شائع کردہ کتاب ''خونی ہمسائے'' میں دکھایا۔ پاکستان پیپلز پارٹی کے اس معروف رہنما اور شاعر نے کتاب پر کم بات کی اور جماعت اسلامی پر زیادہ پل پڑے۔ ہال میں موجود جماعت اسلامی کے لوگوں نے میرے اس ''نظریاتی دوست'' کی غیر منطقی تقریر پر احتجاج کیا تو قاضی حسین احمد نے خود کھڑے ہو کر منع کیا بلکہ اپنی صدارتی تقریر میں اس ''شاعرِ عوام'' کے ساتھ ہمدردی کرتے ہوئے مکالمے کو جاری رکھنے کی دعوت دی۔ میرے اس ''نظریاتی دوست'' نے اپنی تقریر میں تضحیک بھرے کلمات بھی کہے، جس پر قاضی حسین احمد صاحب نے کوئی ردِعمل ظاہر نہیں کیا بلکہ دوسرے روز ان کو خط بھی لکھا اور رابطہ قائم کرنے کی دعوت بھی دی۔ میرا یہ ''نظریاتی دوست'' قاضی صاحب کے خط پر حیران بھی تھا اور خوش بھی کہ جس میں یہ بھی لکھا ہوا تھا کہ اگر آپ کی تقریر کے دوران میں ہماری جماعت کے کارکنوں کے ہال میں نعرے لگا کر ردِعمل دیا تو ہم اس کے لیے معذرت خواہ ہیں۔

جب جنرل پرویز مشرف کا اقتدار ہچکولے لے رہا تھا تو ان دنوں میں نے عملی سیاست سے باقاعدہ علیحدہ ہونے کا فیصلہ کر کے اپنے آپ کو ذرائع ابلاغ اور نشر و اشاعت میں مکمل طور پر داخل کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ اپنی اسی حکمت عملی کے تحت میں پاکستان ٹیلی وژن کے کرنٹ افیئرز سے وابستہ ہو گیا۔ میرے جیسے ترقی پسند شخص کی سرکاری ٹی وی میں شمولیت ''میرے ترقی پسند دوستوں'' کے لیے ایک خبر بھی تھی اور میرے لیے طعنہ بھی۔ لیکن زندگی کے ادراک کے سفر میں مجھ پر حقیقت چوں کہ آشکار ہو چکی تھی کہ اہم یہ ہے کہ آپ Given Situation میں اپنا کتنا اور کیسے کردار ادا کر سکتے ہیں۔ لہٰذا ''میرے ترقی پسند دوستوں'' کے طعنے میرے فیصلے پر ندامت کا سبب نہ بنے اور میں نے ان کو جواب دیا کہ جب آپ کوئی کمیونسٹ ٹی وی چینل کھولیں تو یاد رکھیے گا اور اگر ایک ریل مزدور ریاست کی ریلوے میں رہ کر مزدوروں کے حقوق کی جنگ لڑ سکتا ہے کہ تو ریاست کے ٹی وی چینل پر بھی بات کی جا سکتی ہے۔ اہم یہ بات ہے کہ آپ اس فن سے آگاہ ہوں۔ میرے اس فیصلے پر جہاں ترقی پسند ملاں حیران تھے، وہیں پر پی ٹی وی میں بیٹھے دوسرے ملاں بھی حیران اور غصے میں تھے کہ ریاست کی خفیہ فائلوں میں معتوب قرار دیا شخص سرکار کے ٹی وی میں کیوں چلا آیا۔ یہ صورتِ حال ان ملاؤں کے لیے اس وقت اور بھی حیران کن تھی کہ جب میں نے پی ٹی وی کے اپنے پہلے ہی پروگرام میں قاضی حسین احمد کو مدعو کر ڈالا۔ قاضی صاحب نے کہا کہ جنرل پرویز مشرف کی حکومت ہے میں پی ٹی وی میں نہیں آؤں گا۔ میری عرض تھی کہ اس کے مال سے بنا چینل نہیں یہ ریاست کا چینل ہے اور آپ ہماری قوم کا سرمایہ ہیں۔ انہوں نے نہایت محبت سے میری دعوت قبول کی اور میرے پروگرام میں میرے تلخ سوالوں کا محبت اور تحمل سے جواب دیا اور یوں پی ٹی وی کی سکرین پر میزبان اور مہمان دو وہ شخص تھے جو اس سکرین پر ممنوع تصور کیے جاتے تھے۔ میرے اس Initiative نے پی ٹی وی میں شجرِ ممنوعہ کا Tabbo توڑ ڈالا اور پھر کیا تھا، دوسری طرف کے ممنوع قرار دیئے گئے لوگ بھی میرے مہمان بنے جن میں غدار قرار دیئے لوگ بھی شامل ہیں، جیسے رضا کاظم۔

قاضی حسین احمد کے ساتھ میرا تعلق دو دہائیوں سے زیادہ ہے۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ محبت اور شفقت بھرے انسان ہی نہیں بلکہ دوسروں کی صلاحیتوں کے بھی دل کھول کر مداح ہیں۔ انہوں نے کبھی بھی نظریاتی اور فکری اختلافات کو زندگی کے سفر میں حائل ہونے نہیں دیا۔ اس کا احساس مجھے مزید اس وقت ہوا جب ہماری بہن سمیعہ راحیل قاضی نے میری تحریروں اور میرے ٹی وی پروگرامز کی تعریف کی۔ میرے لیے یہ خوش گوار معلومات تھیں کہ قاضی صاحب کا گھرانہ اس رویے کو اپنا رہا ہے جو انہوں نے اپنے والدین دیکھا، یعنی قاضی حسین احمد صاحب کے گھر میں، میں نے وہی وسعت قلب پائی جو اس گھر کے سربراہ میں تھی۔ گزشتہ سال گرمیوں میں جب قاضی صاحب نے اپنے ایک فورم میں تیونس کے رہنما غنوشی، جو کہ تیونس میں برپا انقلاب کی قیادت کر رہے تھے، کے ساتھ ایک ویڈیو کانفرنس رکھی تو ہماری بہن سمیعہ راحیل نے مجھے فون پر کہا کہ بھابھی کو ضرور ساتھ لائیے گا۔

قاضی حسین احمد کے ساتھ مختلف سیاسی پلیٹ فارمز پر بحثیں میرا سرمایۂ حیات ہیں۔ آخری بار چند ماہ قبل ہمارے دوست ڈاکٹر فرید پراچہ کی کتاب ''دورۂ ترکی'' کی تقریب رونمائی پر ان سے ملاقات ہوئی، جہاں پر مجھے جماعت اسلامی کی قومی قیادت نے میرے نظریات کے مطابق کھل کر بات کرنے کا موقع فراہم کیا۔ ان کے وسعت قلب پر مبنی رویے کا مظاہرہ میں نے جماعت اسلامی میں بھی دیکھا جو دو تین دہائیاں قبل ممکن نہیں تھا۔ اسی تقریب میں محترم لیاقت بلوچ اور ڈاکٹر فرید پراچہ میرے جیسے ترقی پسند اور کمالسٹ نظریات رکھنے والے شخص کی تقریر پر ناراض نہیں بلکہ خوش تھے۔ یہ ایک شان دار انسانی رویہ ہے کہ سماج میں مکالمے اور اختلاف کو سنا اور برداشت کیا جائے۔

قاضی حسین احمد، پاکستان کی اسلامی تحریکوں کے لیے اس حوالے سے ایک مثال ہیں۔ ان میں بے مثال حس مزاح تھی کہ بات بھی کر جاتے تھے اور تضحیک بھی نہ ہوتی۔ ڈاکٹر فرید پراچہ کی کتاب کی تقریب میں انہوں نے اپنے خطاب کے بعد مجھے مسکراتے ہوئے جو کہا، وہ میرے ساتھ ان کی آخری گفتگو تھی۔ ''گوئندی صاحب تو پاکستان کو ترکی بنانے میں سرگرداں ہیں، جو ہمارے ہوتے ممکن نہیں۔'' جس محبت بھرے انداز میں انہوں نے یہ کہا اگر انہی الفاظ کو ایک شدت پسند کہے تو معنی ہی بدل جاتے ہیں اور ردِعمل بھی۔ قاضی حسین احمد صاحب آپ اتنی جلدی اور اس قدر خاموشی سے اس دنیا سے چلے گئے۔ آپ کے جانے کا دکھ مدتوں رہے گا۔ ایک شفاف، وسیع المطالعہ اور وسیع القلب شخص، خوش گفتار، خوش اخلاق، خوش لباس اور شان دار انسان، جو ہمیشہ یاد رہے گا۔